کی صفات سے متصف ہوتا ہے، پھر وہ کہیں بھی رہے اللہ تعالیٰ کی قوت وگرفت کا احساس ہمیشہ ساتھ رہتا ہے۔اسے صوفیا کی اصطلاح میں تصوف وسلوک کہا جاتا ہے۔تصوف وسلوک اور تزکیہ قلب دونوں ایک چیز ہے، جب دل پاک ہوگا تو خود بخود اللہ تعالیٰ کی طرف میلان بڑھے گا، خدا سے قرب دل کی صالحیت پر موقوف ہے۔شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ سے کسی نے پوچھا کہ یہ تصوف کیا بلا ہے؟ حضرت نے فرمایا:......

''اس کی ابتدا ''انما الاعمال بالنیات '' (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) سے ہے اور انتہا ''ان تعبد الله کانك تراه'' (اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو) پر ہے''۔

بظاہر یہ صرف دو جملے ہیں مگر تصوف وسلوک کا خلاصہ اس میں بیان کر دیا گیا ہے۔یعنی انسان ہزار عمل کرے، اگر نیت درست نہیں ہے تو کوئی بھی عمل مفید ہیں، اس لئے تصوف کے طالب علم کو سب سے پہلے تصحیح نیت کی ترغیب دی جاتی ہیں، یہاں سے اس کے سفر کا آغاز ہوتا ہے، جب نیت درست ہوگئی تو اللہ کی رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے، معرفت الٰہی کا یہ راستہ انسان کو اس مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے کہ عبادت کرتے ہوئے معبود کو گویا وہ اپنی نظروں سے دیکھ رہا ہے، کسی کو جب یہ مقام حاصل ہو جائے تو پھر اس کی شرافت وسعادت کا کیا کہنا، تصوف کا مقصود اصلی شریعت پر چلنا ہے، شریعت کو چھوڑ کر طریقت کی کوئی حیثیت نہیں، حضرات مشائخ نے جو اصلاح نفس کے لئے کچھ تدبیریں اور طریقے تجویز کئے ہیں، یہ مقاصد نہیں، وسائل ہیں، ان کی صحبت اور نظروں میں رہ کر آدمی کامل انسان بنتا ہے، جس کا خدا نے حکم دیا ہے اور شریعت میں جو مطلوب ومقصود ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ پہلے کے مقابلے میں آج مصروفیت بڑھتی جا رہی ہیں، وقت تنگ ہوگیا ہے، لوگوں کو اتنی فرصت نہیں کہ از خود تصوف وسلوک کی راہ پر چل کر کامیابی حاصل کریں، یہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ اہل دین علماء صلحا اور اولیاء اللہ سے اصلاحی تعلق قائم کیا جائے، ان کی رہنمائی اور قرآن وسنت کی روشنی میں دیئے گئے خطوط پر عمل آوری سے ایک شخص بہت جلد اس راہ مسافت کو طے کر سکتا ہے، جب بھی وقت ملے فرصت پا کر بزرگانِ دین کی مجالس سے استفادہ کرنا چاہئے۔اللہ کے ولی کا اللہ تعالیٰ سے بڑا قرب ہوتا ہے، ان کے مجاہدہ وریاضت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی مجالس، صحبت اور نظروں میں تاثیر رکھی ہے جو محض مطالعہ، وعظ وتقریر، مال وزر یا شخصی محنت سے حاصل نہیں ہوسکتی، مشہور شاعر اکبر الہ آبادی نے اس مفہوم کو اس طرح ادا کیا ہے:

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا　　دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

مشہور عالم دین حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب زید مجدہ نے ایک موقع پر فرمایا:

''آج ہمارا حال مختلف ہے، اللہ والوں کی مجلس سے ہم بھاگتے ہیں، ہم جس ماحول میں رہتے ہیں وہ گناہ وعصیان کا ماحول ہے، گرد وپیش سے عام انسان تو عام انسان ہے ''ولی'' بھی متاثر ہو جاتا ہے، سنیما اور گانوں کی

آواز، دنیا کی فحاشی یہ سب کچھ انسان کو متاثر کرتے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہ کا عاد وثمود کی بستی سے گزر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ چھپالیا اور صحابہ رضی اللہ عنہ کو جلدی سے گزر جانے کے لئے فرمایا۔ دیکھئے ماحول کا اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں میں کس قدر اہمیت کا حامل ہے، اگر اثر کا خوف نہ ہوتا تو جلدی سے کیوں گزرتے؟ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ برے ماحول سے کٹ کر اللہ والوں کی مجلس میں بیٹھو، نورانیت پیدا ہوگی اور اچھے اثرات پڑیں گے۔ (باتیں ان کی یاد رہیں گی، صفحہ ۳۵، از مولانا محمد رضوان القاسمیؒ)

یہ واقعہ ہے کہ انسان جس طرح کی صحبت اختیار کرتا ہے، مزاج طبیعت، رجحان ویسے ہی بن جاتا ہے، بزرگوں کی صحبت میں اگر کوئی مکمل بزرگی اختیار نہ بھی کرے، پھر بھی کچھ دیر کے لئے ہی سہی، ضرور اس کے دل میں آخرت کی فکر پیدا ہوگی، اسے اپنے گناہوں پر شرمندگی محسوس ہوگی اور دل میں اللہ کا خوف پیدا ہوگا، بزرگوں کی نظر میں وہ کیمیائی اثر ہے جو بہت جلد انسان کو متاثر کرتا ہے، گنہگار اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتے ہیں اور نیکوں کار کی رفتار عمل دو چند ہو جاتی ہے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نے اس کی چار وجوہات بیان کی ہیں جو یقیناً پڑھنے کے قابل ہیں۔ ایک موقع پر فرمایا:

''اہل اللہ کی صحبت اختیار کیجئے، ان کی صحبت بابرکت سے چار وجہوں سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ (۱)...... پہلی وجہ نقل ہے، یعنی انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے نقال واقع ہوا ہے، جب آپ اہل اللہ کی صحبت میں رہیں گے اور شب و روز ان کے طریقہ مناجات، ان کے طریقہ فریاد، ان کے آداب و اخلاق اور خدا کے حضور ان کے رونے اور گڑگڑانے اور نالہ نیم شب کو دیکھیں گے تو ممکن نہیں کہ آپ ان صفات عالیہ کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش نہ کریں، آپ کی نقال طبیعت یقیناً ان اعمال میں نقل کی سعی کرے گی۔ (۲)...... دوسری وجہ صحبت کی عام برکت ہے۔ اگر کوئی اہل اللہ کی صحبت میں بغیر کسی خاص ذہن وفکر کے آئے اور کوئی غرض بھی ہو وہ اس کی برکت محسوس کرے گا اور آہستہ آہستہ ان کی مقناطیسی شخصیت اپنی طرف کھینچتی رہے گی۔ (۳)...... تیسری وجہ معرفت ہے۔ یعنی ان کی صحبت سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ نفس اور شیطان سے مقابلہ کرتے ہوئے اسے کس طرح مغلوب کیا جائے؟ ان کی صحبت سے اس کا فن آتا ہے۔ نفسانی اور شیطانی مکر وفریب سے ایک انسان خوب واقف ہو جاتا ہے اور ان سے بچنے کی تدبیروں سے اچھی طرح آگاہ ہو جاتا ہے۔ (۴)...... چوتھی وجہ دعا ہے یعنی جہاں ساری امت کے لئے دعا کرتے ہیں، وہاں خصوصیت کے ساتھ اپنے متعلقین اور مریدوں کے لئے دعا کرتے ہیں۔ بارگاہ الٰہی میں ان کی مخلصانہ دعا بہر حال قبولیت کی تاثیر رکھتی ہے۔

ان چار وجوہ کے علاوہ مولانا رومؒ ایک اور وجہ بیان کرتے ہیں، وہ یہ کہ دلوں سے دلوں میں خفیہ راستے ہوتے ہیں۔ غیر مرئی طور پر اللہ والوں کے دلوں کی ایمانی طاقت ان کے ہم نشینوں پر اثر کرتی ہے اور ان کے طاقتور یقین کا نور ان کے جلیسوں کے ضعیف اور کمزور یقین کو توانائی بخشتا اور نورانی دیتا ہے مگر فضا میں دونوں کے نور ایک ہوتے ہیں، ان میں کوئی علیحدگی نہیں ہوتی، اسی طرح اللہ والے کا جسم اور تمہارا جسم تو الگ الگ ہے مگر ان کے دل کا نور تمہارے ضعیف نور کو کامل کردے گا اور درمیان میں جسم حائل نہیں ہوسکے گا۔ (باتیں ان کی یاد رہیں گی صفحہ ۱۳۸)

لیکن واضح رہے کہ کسی بھی مرشد اور اللہ کے ولی کی صحبت سے اسی وقت فائدہ ہوسکتا ہے جبکہ استفادے کی سچی تڑپ ہو، اس کے لئے ان بزرگوں کے کڑوے کسیلے جملے بھی سننے کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کرنا ہوگا، طالب علم اگر معلم کی سختی برداشت نہ کرے تو علم حاصل نہیں ہوسکتا، تصوف کی کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے کو کسی کامل اور ماہر کے حوالے کیا، ان کی حالت ہی بدل گئی۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ جب خانقاہ تھانہ بھون میں تھے، کچھ بے اصولی کی بنا پر حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے حضرت خواجہ صاحب کو خانقاہ سے نکال دیا۔ ان کے اندر سچی تڑپ اور محبت تھی، یہ پھاٹک سے نکل کر فٹ پاتھ پر لیٹ گئے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ حضرت تھانویؒ نے جب آپ کو نکال دیا ہے تو اب آپ اپنے گھر چلے جائیے۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ تو ان کی جگہ نہیں ہے، یہ جگہ تو سرکاری ہے، میں یہاں سے کیوں چلا جاؤں اور ایک شعر پڑھا کرتے کہ

حکومت اپنی اپنی ہے کہیں ان کی کہیں میری ادھر وہ دَر نہ کھولیں گے ادھر میں دَر نہ چھوڑوں گا

غرض کہ حضرت خواجہ صاحب پر حضرت تھانویؒ کو پھر ترس آیا کہ بیچارے کے اندر سچی طلب ہے۔ پھر چند دنوں کے بعد جب تاج خلافت لئے ہوئے خانقاہ سے نکل رہے تھے تو یوں فرماتے ہوئے گئے کہ ۔

نقش بتاں مٹایا، دکھایا جمالِ حق آنکھوں کو آنکھ دل کو میرے دل بنا دیا
آہن کو سوزِ دل سے کیا نرم آپ نے نا آشنائے درد کو بسمل بنادیا
مجذوب در سے جارہا دامن بھرے ہوئے صد شکر حق نے آپ کا سائل بنادیا

حضرت خواجہ عزیز الحسنؒ، حضرت تھانویؒ کے معتمد اور مخصوص خلفاء میں سے ہیں، انہوں نے حضرت تھانویؒ کے انتقال کے بعد تین جلدوں میں ''اشرف السوانح'' کے نام سے کتاب تصنیف کی۔ یہ کتاب حضرت تھانویؒ کی سوانح عمری ہے۔ خواجہ عزیز الحسنؒ کو سچی تڑپ تھی، اس لئے گیٹ کے باہر نکالے جانے پر بھی اپنے مرشد کا دامن نہیں چھوڑا، اگر وہ برہم ہوکر یا عزت نفس کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے حضرت تھانویؒ کا در چھوڑ کر چلے جاتے تو انہیں خلافت ملتی اور نہ ہی یہ اعزاز حاصل ہوتا۔

بعض لوگ یہ کہہ کر اس مسئلہ کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اب ایسے بزرگ کہاں جو پہلے تھے، چاہنے کے باوجود بھی اولیاء اللہ کی صحبت آج میسر نہیں، یہ سوچ سراسر شیطانی دھوکہ ہے، یاد رکھنا چاہئے کہ اولیاء اللہ اور صلحاء ہر زمانے میں ہوتے رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ سورہ توبہ آیت ۱۱۹ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت دی ہے کہ ''وہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور صادقین کی صحبت اختیار کریں''، اگر سچے لوگ ہر زمانے میں پیدا نہ کئے جائیں تو یہ ایسا حکم ہوا جس کی تکمیل پر انسان قادر نہیں اور ایسا حکم ایک کامل حکیم کی طرف سے نہیں دیا جاسکتا، اس لئے معلوم ہوا کہ صادقین، صلحاء، اولیاء اللہ کا وجود ہر زمانے میں رہے گا، ان کو ڈھونڈنا اور سچی تڑپ کے ذریعہ ان تک پہنچنا ہماری ذمہ داری ہے۔

مولانا رومؒ نے فرمایا کہ لیلیٰ کا جب انتقال ہوا تو مجنون کو خبر نہیں ہوئی تھی، بعد میں قبرستان پہنچا تو ہر قبر کی مٹی سونگھتا پھر رہا تھا۔ لیلیٰ کی قبر کی مٹی سونگھتے ہی وہ دیوانہ وار کہنے لگا:...... ''یہی ہے، یہی ہے''۔

دیکھئے! عشق و محبت کی بنیاد پر مٹی کی بو سونگھ کر اس نے لیلیٰ کی قبر کا پتہ لگالیا۔ اسی طرح اگر کسی کو سچی پیاس اور تلاش ہو تو اللہ والوں کے جسموں کی خوشبوں سونگھ کر اللہ والوں کو پہچانا جاسکتا ہے، ہاں، اس بات کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ زمانہ کے انحطاط کے ساتھ ولایت میں بھی انحطاط پیدا ہوا ہے، پہلے طالبان کامل تھے تو اولیاء اللہ بھی جنید بغدادی اور حسن بصری کی شکل میں تھے، جب طلب صادق میں کمی آئی تو ولایت کا درجہ بھی کم ہونے لگا، اس زمانہ میں اگر جنید بغدادی جیسا کوئی ولی ڈھونڈا جائے تو فضول ہوگا۔ ہمارے لئے آج جنید بغدادی وہ صلحاء ہیں جن کی صحبت سے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت، آخرت کی فکر پیدا ہو، دنیا کی محبت کم ہونے لگے اور اعمال و اخلاق درست ہونے لگے، اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ یہ اللہ والا ہے۔ اس کی صحبت سے مجھے ضرور فائدہ ہوگا اور ایسے لوگوں کی آج بھی کمی نہیں۔ بعض بزرگوں نے اولیاء اللہ کی پہچان یہ بتائی ہے کہ وہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہو یعنی کسی کرامت کا ظہور بزرگی کے لئے لازم نہیں۔ فرائض و واجبات کے ساتھ مکمل طور پر سنت کی پابندی ولایت کو جانچنے کے لئے کافی ہے، بہرحال ولی کامل ہو یا ناقص ہم جیسے گناہگاروں کے لئے ان کی صحبت اور نظر کرم فائدے سے خالی نہیں، کاش! مسلمان دنیا داروں سے اپنی نگاہ اور توجہ کو پھیر کر اہل اللہ اور صلحاء کی طرف مرکوز کریں، ان کی صحبت اختیار کریں اور ان سے اصلاحی تعلق قائم کریں کہ اس کے بغیر اصلاح ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

☆......☆......☆

برصغیر میں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اولین نقوش

مولانا حذیفہ وستانوی

الحمدللہ! جس خطہ میں ہم اہل ہند آباد ہیں وہ ایک ایسا خطہ ہے جو ابتداء آفرینش سے ہی انبیاء اور رسولوں سے وابستہ ہے جس کی برکتوں سے اسلام اس دور پرفتن میں اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ مسلمانانِ ہند کے قلب وجگر میں آباد ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک رہے گا۔ بعض احادیث کے مطابق حضرت سیدنا وابونا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہبوط سرزمین ہند پر ہوا اور بعض روایات کے مطابق آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سرزمین مکہ پر اُتارے گئے، پھر بیت اللہ کی تعمیر کے بعد سرزمین ہند کی طرف تشریف لائے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرزمینِ ہند کو ابوالبشر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے۔ صرف یہی نہیں چونکہ یہ خطہ تاریخ بشر کے آغاز ہی سے آباد ہوتا چلا آیا ہے اس لیے آدم علیہ السلام کے بعد بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت وقفہ وقفہ سے یہاں ہوتی رہی ہوگی، جیسا کہ سرہند کے قریب ایک دیہات میں دو نبیوں حضرت ابراہیم اور حضرت خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام کی قبریں آج بھی موجود ہے، یہ دونوں مذکورہ انبیاء علیہما الصلوٰۃ والسلام والد اور صاحبزادے تھے، صرف اتنے ہی پر بس نہیں بلکہ نبی آخرالزماں علیہ الف الف تحیۃ وسلام کی بعثت کے ابتدائی مراحل ہی میں اسلام اہل ہند تک پہنچ چکا تھا جیسا کہ بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا کہ ہندوستان کے شہر قنوج کا بادشاہ ''سربانک'' معجزہ شق القمر کو دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا، اسی طرح بعض روایات میں ہے کہ ایک اور ہندی صحابی بابارتن ہندی کی ملاقات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چند احادیث کی روایت بھی ثابت ہے، آج بھی بابارتن ہندی کا مزار مشرقی پنجاب کے شہر بھنڈہ میں موجود ہے، اسی طرح ایک ہندوستانی بادشاہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفہ بھیجنا بھی ثابت ہے جیسا کہ محدث کبیر حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب ''المستدرک''

میں اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اہل سرندیپ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عقلمند، ذی شعور اور ذکی الفطرت شخص کو تعلیمات نبویہ کے مشاہدے کے لئے عرب تاجروں کے ساتھ روانہ کیا تھا، جب وہ مدینہ پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے دارِ باقی کی طرف رحلت فرما چکے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اور حضرت عمر خلیفہ منتخب ہو چکے تھے، اس شخص نے اپنے وطن لوٹ کر تعلیمات اسلامیہ کی بہت تعریف کی، اہل سرندیپ اس سے بہت متاثر ہوئے، اس کی برکتیں ہیں جو آج مالدیپ مملکت اسلامیہ کی صورت میں آباد ہے، اس طرح جنگ یمامہ کے بعد حضرت علیؓ کے حصہ میں آنے والی ایک خاتون خَوْلۂ سندیہ حنفیہ تھی، جن کے بطن سے آپ کے ایک صاحبزادے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے، علامہ بن خلکان نے اپنی معرکۃ الآ راء تصنیف ''وفیات الاعیان'' میں خولہ کا ہندیہ ہونا ثابت کیا ہے، یہ تو وہ واقعات تھے جن سے بعض اہل ہند کا انفرادی طور پر اسلام میں داخل ہو کر السابقون الاولون کی فہرست میں شامل ہونے کا شرف حاصل کرنا ثابت ہوتا ہے۔

ہندوستان میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آمد: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لباس نبوت و رسالت سے آراستہ کئے جانے کے بعد چوں کہ جزیرۃ العرب کے کافر و مشرک یہود و نصاریٰ کی جانب سے شدید مخالفت کا سامنا تھا، لہٰذا ان لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کی سعی میں مشغول رہے اور جس میں الحمدللہ آپ سو فیصدی ہی نہیں بلکہ ہزار اور لاکھ فیصدی کامیاب رہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳/ سالہ بے مثال جدوجہد کے نتیجہ میں پورا جزیرۃ العرب اسلام میں داخل ہو گیا، صرف داخل ہی نہیں بلکہ آپ کی صحبت کی برکت اور جانبین کی اخلاص کی وجہ سے مکمل طور پر تعلیمات نبویہ سے سرشار ہو گئے اور ہر اعتبار سے اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈھل گئے، یہاں تک کہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے انہیں اپنی رضا کا پروانہ دے دیا اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اور صحابہ جیسے عظیم القاب سے یاد کئے جانے لگے جو انبیاء کے بعد بنی آدم کے افضل ترین رتبہ پر فائز ہو گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دارِ فانی سے دارِ باقی کی طرف رحلت فرما جانے کے بعد تبلیغ کو انہوں نے اپنا مشن بنائے رکھا اور یہ تہیہ کر لیا کہ پیغامِ حق سے پوری دنیا کو سرشار کریں گے اور الحمدللہ ہمارے صحابہ نے یہ صرف کہا نہیں بلکہ کر دکھایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے، مگر چونکہ آپ کا دور فتنہ ارتداد سے دوچار ہوا لہٰذا اس کی سرکوبی میں مختصر سا مگر بابرکت دور پورا ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہندوستان کی جانب توجہ کا موقع نہیں مل سکا اور رفیقِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے، رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال پُر ملال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند

خلافت پر جلوہ گر ہوئے، چونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے داخلی فتنوں کو اپنی حکمت عملی اور کامیاب تدابیر سے نسیاً منسیاً کر دیا تھا، لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اب کسی داخلی فتنہ سے خطرہ نہ تھا، لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی مکمل توجہ دین اسلام کو اقوامِ عالم تک پہنچانے میں صرف کی اور الحمد للہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے ہدف کو حاصل کرنے یعنی دور دور علاقوں میں اقوامِ عالم تک دین اسلام کو پہنچانے میں کامیاب رہے۔

سرزمین ہند پر صحابہ کے اولین نقوش: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت پر فائز ہونے کے چار سال بعد سن/ ۱۵ ہجری میں حضرت عثمان بن ابو العاص کو بحرین اور عمان کا والی مقرر کیا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے برادر محترم حضرت حکم بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا کمانڈر بنا کر ہندوستان کی بندرگاہ تھانہ اور بھرو چکے لئے روانہ کیا اور اپنے دوسرے بھائی مغیرہ بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ کو فوج دے کر، دیبل (کراچی) کے لئے روانہ کیا، مگر یہ غیر مستقل جھڑپیں تھیں، کوئی مستقل فوج کشی اور جنگ نہیں تھی، اس لئے عام تاریخ کی کتابوں میں اس کا ذکر نہیں ملتا، اسی طرح مکران، کرمان، رن، بلوچستان، لسبیلا، ملات، ملتان، لاہور، بتوں، کوہاٹ اور دیگر علاقوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی مقدس جماعت کا ورود مسعود تاریخ کی بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے۔

مؤرخ اسلامی علامہ قاضی محمد اطہر مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق سرزمین ہند کو سترہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی قدم بوسی کا شرف حاصل رہا ہے، جبکہ دورِ حاضر کے مؤرخ محمد اسحاق بھٹی کی تحقیق کے مطابق پچیس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقدامِ مبارکہ کی قدم بوسی سرزمین ہند کو حاصل ہوئی، اس طرح قاضی اطہر مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے چند تابعین کے ورودِ مسعود کا بھی ذکر کیا ہے۔ (خلافت راشدہ اور ہندوستان) اور محمد اسحاق بھٹی صاحب نے ۴۲/ تابعین اور ۱۸/ تبع تابعین کے ورودِ مسعود کا تذکرہ کیا ہے۔ (برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش)

اب یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان صحابہ کے نام بھی ذکر کر دیئے جائیں جن کا ورودِ مسعود ہندوستان کی سرزمین میں ہوا: (۱)..... حَکَم بن ابی العاص (۲)..... حَکَم بن عمرو ثعلبی غفاری (۳)..... حضرت خریت بن راشد ناجی سامی (۴)..... رُبَیّع بن زیاد حارثی مَذْحِجی (۵)..... سنان بن سلمہ ہذلی (۶)..... حضرت سہل بن عدی خزرجی انصاری (۷)..... حضرت صحار بن عباس عبدی (۸)..... حضرت عاصم بن عَمرو تمیمی (۹)..... عبداللہ بن عبداللہ بن عِتبان انصاری (۱۰)..... عبداللہ بن عمیر اَشجعی (۱۱)..... عبدالرحمٰن بن سُمرہ قرشی (۱۲)..... عبیداللہ بن معمر قرشی تیمی (۱۳)..... عثمان بن ابی العاص ثقفی (۱۴)..... حضرت عُمیر بن عثمان بن سعد (۱۵)..... مجاشع بن مسعود سَلَمی (۱۶)..... حضرت مغیرہ بن ابی العاص ثقفی (۱۷)..... حضرت منذر بن جارود عبدی (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

یہ ان سترہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی ہیں جن کا قاضی اطہر مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکۃ الآراء تالیف ''خلافت راشدہ اور ہندوستان'' میں تذکرہ فرمایا ہے۔ اللہ رب العزت، قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی جزاء خیر عطا فرمائے کہ جنہوں نے بڑی جدوجہد اور کاوشوں کے بعد، ان صحابہ کے اسماء مبارکہ کو جمع کیا۔

اس کے علاوہ اور چند اسماء مبارکہ کو، محمد اسحاق بھٹی صاحب نے اپنی تالیف لطیف ''برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش'' میں تحریر فرمایا ہے، وہ یہ ہیں: (۱۸)...... شہاب بن مخارق بن شہاب تمیمی (۱۹) ن...... سیر بن دیسم بن ثور عجلی (۲۰)...... حکیم بن جبلہ اسدی (۲۱)...... کلیب ابووائل (۲۲)...... مُہَلَّبْ بن ابوصفرہ ازدی عتکی (۲۳)...... عبداللہ بن سوّار عبدی (۲۴)...... یاسر بن سوّار عبدی (۲۵)...... عبداللہ سُوَید تمیمی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)۔ ان میں بعض حضرات کے بارے میں مورخین کا اختلاف ہے کہ وہ صحابی ہیں یا تابعی۔

صحابہ کے بعد امت کا بہترین طبقہ، تابعین کا ہے اور الحمدللہ تابعین رحمہم اللہ بھی اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے ہندوستان کی سرزمین پر تشریف لائے۔ تو آیئے اب ان تابعین کے نام بھی معلوم کرتے چلیں:

(۱)...... حضرت ثاغر بن ذعر (۲)...... حضرت حارث بیلمانی (۳)...... حضرت حکیم بن جبلہ (قاضی صاحب نے ان کو تابعی اور محمد اسحاق بھٹی صاحب نے صحابہ میں شمار کیا ہے)۔ (۴)...... حضرت حسن بن ابوالحسن یسار بصری (۵)...... حضرت سعید بن ہشام انصاری (۶)...... سعید بن کندیہ قشیری (۷)...... شہاب بن مخارق تمیمی (۸)...... صیفی بن فسیل شیبانی (۹)...... نسیر بن وسیم عجلی (یہ بھی مختلف فیہ ہیں)۔

محمد اسحاق بھٹی صاحب نے مزید جن تابعین کے اسماء تحریر فرمائے ہیں، وہ یہ ہیں: (۱۰)...... ابن اُسید بن اَخنس (۱۱)...... ابوشیبہ جوہری (۱۲)...... حاتم بن قبیصہ (۱۳)...... راشد بن عمرو الجدیدی (۱۴)...... زائدۃ بن عمیر طائی (۱۵)...... زیاد بن حواری عمی (۱۶)...... ابوقیس زیاد بن رباح قیسی بصری (۱۷)...... حکم بن عوانہ کلبی (۱۸)...... معاویہ بن قرۃ مُزنی بصری (۱۹)...... مکحول بن عبداللہ سندھی (۲۰)...... عبدالرحمٰن بن عباس (۲۱)...... عبدالرحمٰن سندھی (۲۲)...... قطن بن مدرک کلابی (۲۳)...... قیس بن ثعلبہ (۲۴)...... کمس بن حسن بصری (۲۵)...... یزید بن ابوکبشہ سکسکی دمشقی (۲۶)...... موسیٰ سیلانی (۲۷)...... موسیٰ بن یعقوب ثقفی (۲۸)...... عبدالرحمٰن کِندی (۲۹)...... عبدالرحمٰن بیلمانی (۳۰)...... عمر بن عبیداللہ قرشی تیمی (۳۱)...... شمر بن عطیہ اسدی (۳۲)...... سعید بن اسلم کلابی (۳۳)...... حباب بن فضالہ ذُہلی (۳۴)...... عبدالرحمٰن بن عبداللہ کواعشی (۳۵)...... حارث بن مرہ عبدی (۳۶)...... ایوب بن زید ہلالی (۳۷)...... حری بن حری باہلی (۳۸)...... عباد بن زیادہ اُموی (۳۹)...... یزید بن مفرغ حمیری (۴۰)...... ربیع بن صبیح سُعدی بصری (۴۱)...... مجاعۃ بن سعر تمیمی (۴۲)...... عطیہ بن سعد عوفی (۴۳)...... ابوسالمہ زُطی (۴۴)...... محمد بن قاسم ثقفی (رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)